گذشتہ ۲۳ برسوں سے برابر شائع ہونے والا

مسلم خواتین کا دینی ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

چندہ سالانہ دس روپے

قیمت سالنامہ چھ روپے

مدیر

محمد ثانی حسنی

عظیم سالنامہ

انشاء اللہ یکم ستمبر ۱۹۷۹ء کو منظر عام پر آرہا ہے

خواتین ——— اور ——— خدمت دین

اس موضوع پر

● عہد نبوی و صحابہ میں خواتین کی عظیم خدمات ● اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں خواتین کی خدمات کا جائزہ ● عصر حاضر میں خواتین اسلام کی خدمت کیسے انجام دیں ● اسلام کو درپیش مسائل میں خواتین کا مثبت کردار ● خدمت دین کے موضوع پر ایک مستند دستاویز۔

نوٹ:۔ ۱۵ اگست تک سالانہ خریدار بن جانے والوں کو یہ سالنامہ مفت پیش کیا جائے گا۔

ماہنامہ رضوان ۷۳ گوئن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

ماہنامہ لکھنؤ
رضوان
MONTHLY
LUCKNOW India
۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ

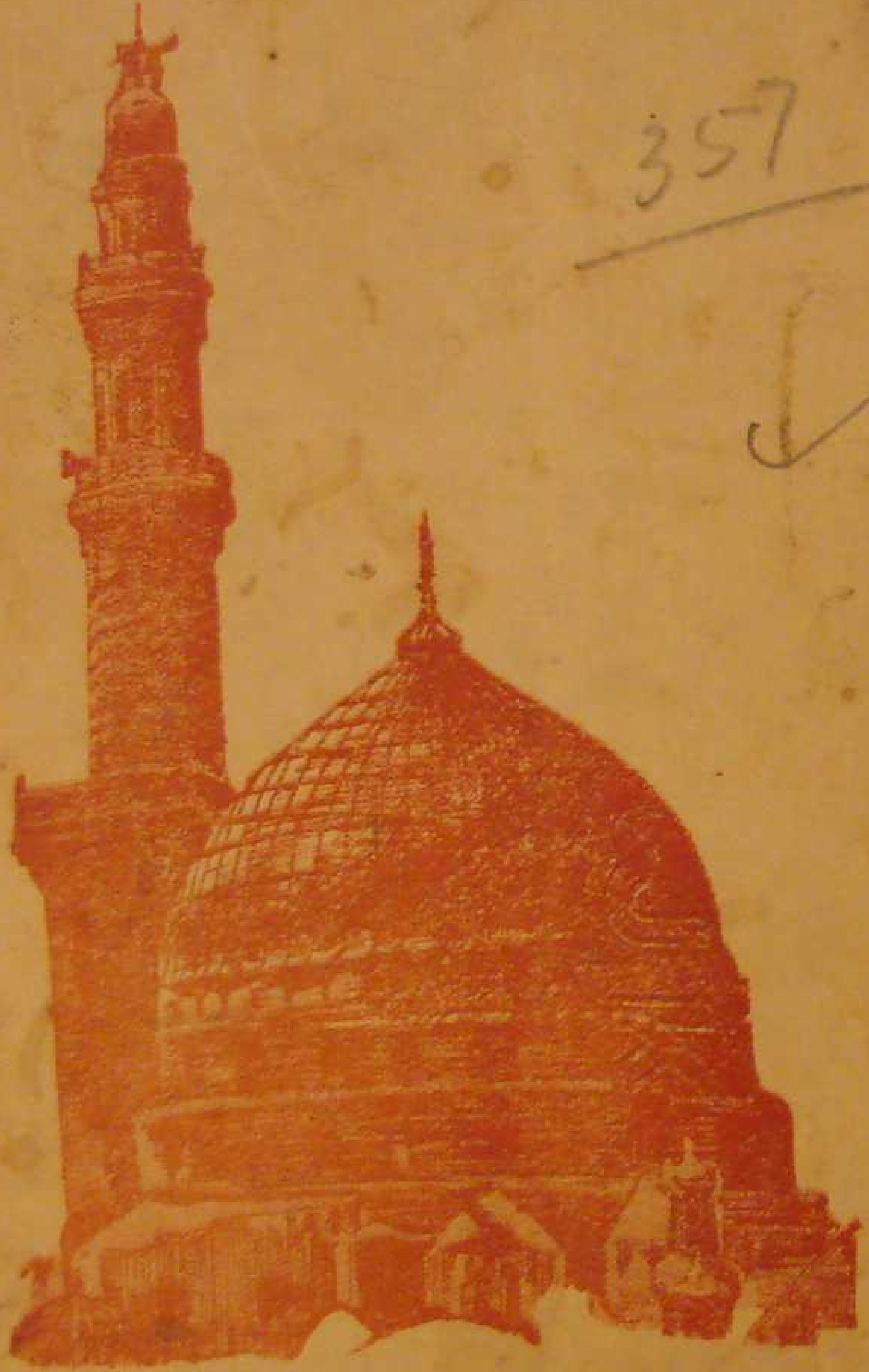

357

L/W NP 58

Monthly RIZWAN
LUCKNOW.

مسلمانوں پر ایک نظر

صورت و حقیقت

آنکھوں کی سوئیاں

مردِ خدا کا یقین

Only Cover Printed At Luna Printing Press, Lucknow.

JUNE 1979

بیادگار

امۃ اللہ تسنیم

۵۰۷۹
۷۰۳۵۹
جرائد

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

ج ۲۳ جولائی ۱۹۷۹ء م شعبان ۱۳۹۹ھ ش ۷

زیر ادارت

محمد ثانی حسنی ○ محمد حمزہ حسنی

معاونین

امامہ حسنی — میمونہ حسنی

قیمت فی پرچہ ——— ایک روپیہ
چندہ سالانہ ——— دس روپے
ممالک غیر بشمول پاکستان — بحری ڈاک — دس سعودی ریال یا اس کا متبادل
ممالک غیر بشمول پاکستان — ہوائی ڈاک — بیس سعودی ریال یا اس کا متبادل

ماہنامہ رضوان ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ (انڈیا)

کیا ؟ کہاں

آن	۳	محمد حمزہ حسنی
قرآن آپ سے مخاطب ہے،	۵	محمد الحسنی
حدیث شریف کی روشنی میں رمضان المبارک	۸	مولانا محمد منظور نعمانی
حمد	۱۰	منظورہ اختر
نبی رحمت	۱۱	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی
گمشدہ اوراق	۱۵	قاضی اطہر مبارکپوری
گھر کے اندر	۲۱	عبد الماجد دریابادی
دو بلائیں	۲۲	ملا واحدی
نعت	۲۳	طفیل احمد مدنی
بہنوں سے دو دو باتیں	۲۴	قمر زمانی بیگم صاحبہ
زمانے کا انقلاب اور اپنی مدہوشی	۲۷	امۃ اللہ تسنیم رح
نظم	۳۷	
لپ اسٹک کے خراب اثرات	۳۸	نثار فاطمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؀

محمد حمزہ حسنی

محبت، اخلاق سے جو کام ہو سکتا ہے اور جو مسئلے حل ہو سکتے ہیں وہ دوسرے طریقوں سے نہیں ہو سکتے۔ کسی بھی سخت دل انسان کے ساتھ اگر محبت کا برتاؤ کیا جائے، اس کی سختی کا بدلہ نرمی سے دیا جائے، اس کے ظلم کا بدلہ انصاف سے دیا جائے اس کی سخت کلامی کا جواب میٹھی زبان سے دیا جائے تو وہ سخت دل انسان موم ہو جاتا ہے، نرم پڑ جاتا ہے، کیونکہ کسی بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت سے محروم نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اس باب میں ایک روشن مثال ہے، ایک مینارۂ نور ہے جس سے ہدایت کی روشنی ایک عالم کو منور کر رہی ہے، آپ نے دشمنوں اور سخت سے سخت ایذا پہونچانے والوں کو صرف یہی نہیں کہ معاف کیا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ایسا اچھا برتاؤ کیا کہ وہ دشمن جو جان لینے کے درپے تھے قدموں پر گر پڑے اور اسلام کے جاں نثار صحابی بنے۔

کبھی ہم نے آپ نے سوچا کہ اس کی وجہ کیا تھی؟ وہ اخلاق نبوی ؐ تھا جس نے یہ معجزہ کر دکھایا۔ وہ شفقت نبوی تھی جس نے دشمنی والوں میں محبت بھر دی، وہ تکلیفیں اٹھا کر دعا دیتا تھا جس نے جان کے پیاسوں کو جاں نثاروں میں بدل دیا۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ جن ملکوں میں عرب گئے اور انھوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تو پورے کے پورے ملک حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، جس کی مثال میں انڈونیشیا ملیشیا پیش کئے جا سکتے ہیں، اور جہاں محض ترک تازکے لئے اور ملک گیری کے لئے

مسلمان فوجیں گئیں اور انھوں نے پورے پورے ملک فتح کر لئے، صرف فتح ہی نہیں بلکہ سیکڑوں برس ان ملکوں پر حکومت کی لیکن آج تک وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں پورے ملک کا مسلمان ہونا دور کی بات ہے، جیسے ہندوستان، اندلس، کینیا وغیرہ۔

تو ثابت یہ ہوا کہ اخلاق، محبت اور حسن سلوک کی قوت بڑی سے بڑی فوج اور حکومت سے زیادہ اثر رکھتی ہے

ملیشیہ انڈونیشیا اور نائجیریا میں اسلام صرف ان عرب مسلمان تاجروں کی کوششوں سے پھیلا ہے جو تجارت کی غرض سے وہاں گئے اور آباد ہوئے، انھوں نے اپنی دیانت داری، ایثار و اخلاق اور حسن سلوک سے پورے پورے علاقے مسلمان کر دئے، ان کو نہ کہیں تلوار اٹھانیکی ضرورت پڑی اور نہ فوجی حملہ کرنے کی۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے آٹھ سو برس حکومت کی، کوئی کمزور حکومت نہیں، بڑے رعب و دبدبہ کی حکومت، بڑی شان و شوکت کی حکومت لیکن نتیجہ کیا نکلا، ایک علاقہ بھی ایسا نہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔

ہم کو بجائے دوسروں کو الزام دینے کے اپنی تاریخ کا جائزہ لینا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے طریقۂ کار کو سامنے رکھکر نئے سرے سے اس میدان میں قدم اٹھانا چاہیئے۔ ابھی وقت ہاتھوں سے گیا نہیں پورا ملک اس دعوت اور اس پیغام کا پیاسا ہے جس کو لیکر سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور اس کی اشاعت کے لئے اپنی پاک زندگی صرف فرمائی۔

قرآن آپ سے مخاطب ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بقاء انفع کا قانون

مولانا محمد الحسنی (ایڈیٹر البعث الاسلامی)

فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض

جو جھاگ ہے وہ بیکار چلا جاتا ہے اور جو لوگوں کو نفع پہونچانے والی چیزیں ہیں وہ زمین میں باقی رہتی ہیں

اس آیت میں ایک معجزانہ اور ابدی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے جس کا تعلق ہر فرد، جماعت، اور معاشرہ سے ہے) یہ بقاء اصلح بلکہ بقاء انفع کا وہ فطری قانون ہے جس پر افراد اور جماعتوں کی ترقی کا دارومدار ہے اور جس پر عمل پیرا ہو کر وہ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اپنا جائز مقام حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اگر کسی کے جیب و دامن میں انسانیت کے لئے کوئی متاع ہے تو پھر اس کو مایوس ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اس کی یہ صلاحیت اور دولت اس کے لئے خود راہ کے کانٹے ہٹائے گی اور ترقی کے دروازے کھولے گی، ناممکن اور محال سمجھی جانیوالی چیزیں نہ صرف ممکن بلکہ آسان و خوشگوار ہو جائیں گی، قیاسات اور اندازے غلط ثابت ہوں گے۔ اور مختصر یہ کہ وہ سب کچھ ہوگا جس کا تصور بھی اسوقت مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر انسان خود ہر کمال سے عاری اور ہر ہنر سے خالی ہے اور اس کے پاس دینے کے لئے

تو بہت کچھ ہے لیکن دینے کے لئے کچھ نہیں ہے تو دنیا کے پاس بھی اس کے لئے وقت نہیں ہے اگر وہ مجبور ہے تو دنیا بھی معذور ہے، وہ اس کے لئے کسی رعایت اور نرمی سے کام نہ لے گی اور اس کو کبھی عزت کی جگہ نہ دے گی۔

انما ما ینفع الناس (یعنی انسانوں کو فائدہ پہونچانے کی صلاحیت) ایک ایسی صفت ہے ایسی شرط ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ فیمکث فی الارض (یعنی بقاء، دوام) ہی کی شکل میں ظاہر ہوگا، حالات کی ناسازگاری مخالفین کی کثرت اور بے اثری و نامقبولیت کا شکوہ صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کو خود اپنے اوپر اعتماد نہیں ہوتا، جو اپنی طرف سے مطمئن نہیں ہوتے، جن کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اور جن کے اندر خود کوئی کمال اور دوسروں کو فائدہ پہونچانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

یہ حقیقی صلاحیت و نافعیت کیا ہے اور کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کو قرآن مجید ہی نے سورہ یوسف میں بیان کر دیا ہے۔

انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین	بیشک جو اللہ کا پاس ولحاظ کرے گا، تقویٰ کی زندگی اختیار کریگا اور صبر وعزیمت سے کام لے گا تو اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع کرنیوالا نہیں ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ کا جملہ اس میں خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور اس میں دراصل انما ما ینفع الناس کی تفسیر بیان کی گئی ہے، احسان اور محسن کا لفظ اردو میں اس مفہوم میں نہیں بولا جاتا جس مفہوم میں عربی میں بولا جاتا ہے، اس کے معنی ہیں کام کو اچھے سے اچھے طریقہ سے انجام دینا اور اس کی سب سے اعلیٰ شکل تک پہونچنے کی پیہم کوشش۔ مثلاً نماز وعبادت کے لئے حدیث میں آتا ہے۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو، اگر ایسا نہ ہو سکے تو (کم از کم) یہ خیال رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے)۔

اسی طرح ایک جگہ آیا ہے۔

صلّ صلاۃ مودّع — ایسی نماز پڑھا کرو جیسے کہ یہ تمہاری آخری نماز ہے

ظاہر ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ یقین ہو کہ یہ اس کی آخری نماز ہے تو وہ انتہائی توجہ، خشوع و خضوع اور کامل انہماک اور ڈر و خوف کے ساتھ اس کو ادا کرے گا اور چاہے گا کہ اس کی یہ نماز ہر طرح کامل و مکمل ہو اور سارے آداب کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہو۔

یہ دونوں چیزیں ہمیں احسان کے صحیح مفہوم کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اس سے نافعیت یا انما ما ینفع الناس کے اصل مطلب و معنی کی طرف ہماری رسائی ہوتی ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی چند کتابیں

تاریخ دعوت وعزیمت	-/2 5	معرکۂ ایمان و مادیت	-/5
ارکان اربعہ	-/14	نقوش اقبال	-/14
جب ایمان کی بہار آئی	-/12	دو ہفتے مراکش میں	-/6
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	-/14	تذکرہ فضل رحمن گنج مرادآبادی	-/4
پرانے چراغ	-/16	منصب نبوت	-/14
کاروان مدینہ	-/12	شرق اوسط کی ڈائری	-/15
صحبتے با اہل دل	-/9	مغرب سے صاف صاف باتیں	-/6

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

[illegible] تنویر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر ۳۷ گوئن روڈ سے شائع کیا۔

مولانا محمد منظور نعمانی

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں ـــ اور ایک روایت میں بجائے "ابواب جنت" کے "ابواب رحمت" کا لفظ ہے۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح:- استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ـــ اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چونکہ طاعات و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کے ذکر و تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مومنین کے قلوب بھی رمضان مبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقوے کے اس عمومی رجحان اور نیکی و عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانیکی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کیجانب مائل اور شر و خباثت سے متنفر ہو جاتے ہیں اور پھر اس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ اس تشریح کے مطابق ان تینوں (یعنی جنت و رحمت کے دروازے کھل جانے، دوزخ کے دروازے بند ہو جانے، اور شیاطین کے مقید اور بے بس کر دیئے جانے) کا تعلق صرف ان اہل ایمان سے ہے جو رمضان مبارک میں خیر و سعادت حاصل کرنیکی طرف مائل ہوتے ہیں اور رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کیلئے عبادات و طاعات کو اپنا شغل بنا لیتے ہیں۔ باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور وہ خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ جو رمضان اور اس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے اور نہ اس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں انھوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر وہ مطمئن ہیں تو پھر اللہ میاں کے یہاں بھی ان کے لئے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانی کی چند کتابیں

اسلام کیا ہے؟	5/50	تصوف کیا ہے	5/-
برکات رمضان	2/50	قرآن آپ سے کیا کہتا ہے	9/-
نماز کی حقیقت	2/50	دین و شریعت	5/-
کلمہ طیبہ کی حقیقت	2/-	بوارق الغیب	10/-
ملفوظات مولانا الیاسؒ	4/-	آسان حج	1/25
آپ حج کیسے کریں	4/-	معارف الحدیث مکمل	85/-

مکتبہ اسلام گوئن روڈ ۳۷ لکھنؤ

حمد

لا الٰہ الا اللہ

ہے وصفِ ربِ جہاں — لا الٰہ الا اللہ
حیاتِ کون و مکاں — لا الٰہ الا اللہ
نویدِ بادہ کشاں — لا الٰہ الا اللہ
علاجِ دردِ نہاں — لا الٰہ الا اللہ
صفات اور بشر کی زباں سے ناممکن
فرشتے نغمہ کناں — لا الٰہ الا اللہ
شجر، حجر ہوں، زمیں، آسماں ہو یا انساں
ہے سب کے وردِ زباں — لا الٰہ الا اللہ
وظیفہ دونوں ہی آٹھوں پہر یہ پڑھتے ہیں
زمین اور زماں — لا الٰہ الا اللہ
حدودِ ارض سے منظورہ عرشِ اعظم تک
وہی ہے نور فشاں — لا الٰہ الا اللہ

— منظورہ اختر

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

: مولانا سید ابوالحسن علی الندوی

لطافتِ شعور اور جذبات کی بلندی و پاکیزگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نبوت اور دعوتِ حق کے کارِ عظیم، انسانیت کے درد و سوز اور ان مسلسل فکروں اور گرانباریوں کے ساتھ جن کا تحمل پہاڑوں کیلئے بھی آسان نہ تھا، لطیف انسانی احساسات اور پاکیزہ و بلند جذبات پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھے، اس غیر معمولی قوتِ ارادی غیر متزلزل رائے و مسلک کے ساتھ جو انبیاء کا شیوہ اور امتیازی خصوصیت ہوتی ہے، اور جو دعوت الی اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے راستے اور اسکے احکام کی تعمیل میں کسی چیز کو کوئی وزن نہیں دیتی اور کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتی۔ آپ نے اپنے ان وفادار رفقاء کو اپنی زندگی کے آخری قیام تک فراموش نہیں کیا، جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا تھا اور راہِ حق میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا، اور احد کے معرکہ میں شہادت پاکر حیاتِ جاوید حاصل کی تھی آپ ان کا برابر ذکر فرماتے رہے ان کے لئے دعائیں کرتے رہے، اور ان کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔

یہ محبت و وفا انسانی جسموں سے تجاوز کرکے ان بے جان پتھروں، پہاڑوں اور وادیوں

تک میں سرایت کرگئی جہاں عشق ووفا اور قربانی وجاں نثاری کے یہ مناظر چشم فلک نے دیکھے تھے اور جن کو ان کی جائے قیام بننے کا شرف حاصل ہوا تھا، آپ کے اصحاب کرام فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اُحد کو دیکھکر ارشاد فرمایا: ھذا اجبل یحبنا و نحبه" (یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔)۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں "آپ کی نگاہ جبل اُحد پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔ ابی حمیدؓ مزادی ہیں کہ ہم آپؐ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آئے جب مدینہ قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا ھذہ طابۃ" وھذا اجبل یحبنا و نحبه" (یہ طابہ مدینہ طیبہ، اور یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)۔

عقبہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ ایک روز اہل اُحد کے پاس تشریف لیگئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی "جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ" میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصحابؓ کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میری خواہش تھی کہ میں بھی شہدا ر اُحد کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں رہ جاتا۔ آپ نے اپنے چاہنے والے چچا اور رضاعی بھائی کی شہادت کا صدمہ (جنھوں نے آپؐ کی محبت وحمیت اور اسلام کی نصرت وحمایت میں جان دی اور ان کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو کسی کے ساتھ نہ ہوا تھا) انبیاء اولوالعزم کے صبر کے ساتھ برداشت کیا لیکن جب آپؐ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ تشریف لائے اور بنی عبدالاشہل کے گھر کے سامنے آپ گزرے اور ان کے شہدا پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں آئی تو اس واقعہ نے آپؐ کے لطیف انسانی احساسات کو چھیڑ دیا، اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں آپؐ نے فرمایا "لکن حمزۃ لا بواکی له (لیکن حمزہؓ کے لئے رونے والیاں نہیں ہیں)۔

تاہم یہ شریفانہ داعلیٰ انسانی احساسات وجذبات، نبوت اور دعوتِ اسلامی کی عظیم ذمہ داریوں اور حدود الٰہیہ کی رعایت وحفاظت پر کبھی اثر انداز نہیں ہوئے، سیرت نگار اور مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبدالاشہل کے گھر

واپس آئے تو انھوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو حکم دیا کہ تیار ہو کر جائیں اور آپؐ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا ماتم کریں، ان خواتین نے ایسا ہی کیا جب آپ تشریف لائے تو ان کو مسجد نبوی کے دروازے پر روتا ہوا پایا، آپؐ نے فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، واپس جاؤ، تمہارے یہاں آنے سے ہی غم خواری کا سامان ہوگیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ سب کیا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا کہ انصار نے اپنی عورتوں کو کسی مقصد سے یہاں بھیجا ہے، آپؐ نے خدا کے حضور مغفرت طلب کی، اچھے الفاظ سے ان کو خطاب کیا، اور فرمایا میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں میّت پر رونا پسند نہیں کرتا، پھر آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔

اس سے نازک موقع اسد اللہ سیدنا حمزہؓ کے قاتل وحشی کے ساتھ پیش آیا جب مسلمانوں نے مکہ کو فتح کرلیا تو دنیا ان کی نظر میں تاریک ہوگئی اور راستے مسدود ہو گئے انکے لئے قدرتی طور پر مشکلات پیدا ہوگئیں، انھوں نے شام ویمن اور بعض دوسرے مقامات پر جانے کا ارادہ کیا ان سے لوگوں نے کہا، بھلے آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو اُن کے دین میں داخل ہو جائے ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور وہ کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہوگئے۔ مسلمان ہونے کے بعد جب وہ پہلی بار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کا اسلام قبول فرمایا اور کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے ان کے دل میں خوف پیدا ہو، حضرت حمزہؓ کے قتل کا واقعہ آپؐ نے اُن سے سُنا، جب وہ سب کچھ کہہ چکے تو آپؐ کے اندر وہ لطیف انسانی احساس اور کیفیت ضرور پیدا ہوئی لیکن یہ خاص کیفیت اور جذبہ آپؐ کے منصب نبوت کے مزاج اور احساس ذمہ داری پر غالب نہیں آنے پایا کہ آپؐ ان کے اسلام کو قبول نہ فرماتے یا غصہ میں ان کو قتل کروا دیتے، آپؐ نے اس کے علاوہ کچھ نہ فرمایا۔ بندۂ خدا میرے سامنے نہ آنا، میں یہ چاہتا ہوں کہ میری نظر تم پر نہ پڑے، "وحشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں برابر آپؐ کے سامنے آنے سے کتراتا رہا کہ کہیں آپؐ مجھے دیکھ نہ لیں، یہاں تک کہ ان کا وقت موعود آگیا۔

بخاری میں ہے کہ،، آپؐ کی نظر جب مجھ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں. فرمایا کیا تمہیں نے حمزہؓ کو شہید کیا تھا؟ میں نے کہا آپ کو جو اطلاع پہونچی ہے وہ درست ہے آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آیا کرو؟

ان فطری وانسانی احساسات وکیفیات اور اعلیٰ ولطیف جذبات کی جھلک ہمیں وہاں بھی نظر آتی ہے جب آپؐ ایک مٹی ہوئی پرانی قبر پر تشریف لے گئے، اسوقت آپؐ پر رقت طاری ہوئی، اور آپ رو دیے، پھر آپؐ نے فرمایا " یہ آمنہ کی قبر ہے " یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کی وفات پر طویل عرصہ گزر چکا تھا۔

گمشدہ اوراق

قاضی اطہر مبارکپوری

لوگوں کی بدگوئی سے بچو

یزید بن عبدالملک اموی نے اپنے حاکم یزید بن مہلب کو قتل کرنیکے بعد شعرا کو بلایا تاکہ وہ ابن مہلب کی ہجو میں اشعار کہیں۔ تین شاعر فرزدق، کثیر اور احوص حاضر ہوئے جب یزید بن عبدالملک نے فرزدق سے ابن مہلب کی ہجو کیلئے کہا تو اس نے کہا کہ امیرالمومنین میں اس سے پہلے یزید بن مہلب کی تعریف وتوصیف میں بہت سے اشعار کہہ چکا ہوں یہ بات بری ہوگی کہ بڑھاپے میں اس کی ہجو کر کے اپنے آپ کو جھوٹا بناؤں، اسلئے مجھے معاف کیجئے، یزید بن عبدالملک نے اسے چھوڑ دیا. کثیر نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! میں یزید بن مہلب کے قتل کے بعد اس کی ہجو کر کے شعرائے عراق کی ہجو کا نشانہ بننا نہیں چاہتا، یہ کہکر وہ بھی چھوٹ گیا۔ اور احوص نے حکم کی تعمیل کر کے یزید بن مہلب اور اس کے خاندان والوں کی ہجو میں اشعار کہے، یزید بن عبدالملک نے اس کا اعزاز کر کے اپنے حاکم جراح بن عبداللہ الحکمی کے پاس آذربیجان روانہ کر دیا. حکم بن عبداللہ الحکمی کو احوص کی ہجو کا پتہ چل گیا تھا اس نے احوص کے پاس شراب کی ایک مشک اور گھوڑا بھجوایا اور حکم دیا کہ یہ شراب احوص کے سر پر گرا اور گھوڑے پر سوار کر کے اسے دربار میں حاضر کرو. چنانچہ اسی انداز میں احوص لایا گیا اور حکم بن عبداللہ حکمی نے مجمع کے سامنے احوص پر حد جاری کی، اور درے رسید کیے، احوص مار کھاتا جاتا تھا اور

کہا جاتا تھا کہ اس طرح حد جاری نہیں کی جاتی ہے اور حکم بن عبداللہ حکمی جواب دیتا تھا کہ ٹھیک ہے تم کو اب تک اس طرح حد جاری کا علم نہیں تھا۔ ۱؎

احوص بہت بدزبان شاعر تھا، اس کی بدزبانی سے کم ہی لوگ محفوظ تھے، ایک موقع سے اسکو اس کی اس حرکت کی سزا ملنے سے مل گئی، اور سننے والوں کو خوشی ہوئی۔ آدمی کو بہت زیادہ بے قابو نہیں ہونا چاہئے اور دوسروں کی عزت و آبرو کا خیال رکھنا چاہئے ورنہ اس کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ اور لوگ اس پر خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں، اور کوئی ہمدردی کرنیوالا نہیں ملتا ہے،

اولاد کا وظیفہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھوم گھوم کر پہرہ دیا کرتے تھے، ایک رات ایک شیر خوار بچہ کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اپنے شیر خوار بچے کا خیال کرو، یہ کہکر واپس چلے گئے، مگر تھوڑی دیر بعد پھر بچہ کے رونے کی آواز سنی تو جا کر کہا کہ افسوس کہ تم بری ماں معلوم ہوتی ہو، کیا بات ہے کہ پوری رات تمہارے بچہ کو قرار نہیں ہے بچہ کی ماں کو خبر نہیں تھی کہ یہ کون ہیں۔ اس نے کہا اللہ کے بندے! تم نے مجھے تو پریشان کر دیا میں اس بچہ کا دودھ چھڑا رہی ہوں، اور یہ ضد کر کے رو رہا ہے، حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا تم اس کا دودھ کیوں چھڑاتی ہو؟ عورت نے کہا بات یہ ہے کہ ابن خطاب اس وقت تک بچہ کا روزینہ اور وظیفہ مقرر نہیں کرتا ہے جب تک کہ وہ دودھ نہ چھوڑ دے، حضرت عمرؓ نے یہ جملہ سنکر فرمایا تم اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے واپس آئے۔ اس وقت ان پر گریہ و بکا کا عالم طاری تھا۔ اور نماز فجر کے بعد کہا ہائے افسوس کہ عمر نے مسلمانوں کی کتنی اولاد کو مار ڈالا ہوگا۔ اور منادی کرائی کہ اے لوگو! تم اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی

۱؎ اغانی ج ۴ ص ۵۳

نہ کرو، ہم ہر نومولود بچہ کا وظیفہ مقرر کریں گے، نیز پورے قلمرو خلافت میں اس کیلئے سرکاری حکم تحریر فرمایا، اس کے بعد سے بچہ کی پیدائش کے وقت سے اس کا وظیفہ اسلامی بیت المال سے جاری ہو جاتا تھا۔ اس طرح لوگوں کو اولاد کی ترغیب دیجاتی تھی اور جس کے گھر میں جسقدر زیادہ اولاد ہوتی تھی اس کو اسی قدر زیادہ سرکاری خزانہ سے رقم ملتی تھی، اور بچوں کی خیر و برکت کا پورا خاندان فیض اٹھاتا تھا۔

نفس کا حق ادا کرو

لقمان حکیم نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے عقلمند آدمی کو چاہئے کہ اپنے کو چار اوقات میں سے کسی وقت میں رکھا کرے۔

(۱) وہ وقت جس میں اپنے رب سے سرگوشی اور عبادت کرے۔ (۲) وہ وقت جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ کیا کھویا کیا پایا۔ (۳) وہ وقت جس میں معاش و معیشت کا انتظام کرے۔ (۴) وہ وقت جس میں اپنے نفس کے حقوق اور اس کی خواہشوں کو پورا کرے تاکہ اس سے تمام دیگر اوقات میں فائدہ اٹھا سکے۔

اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی اور جائز لذتوں کے حصول سے اپنے اندر تازگی اور تاب و تواں پیدا ہوتی ہے اور انسان تازہ دم ہو کر اپنے دیگر کاموں میں پوری توجہ اور ذمہ داری کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں نفس کا، آنکھ کا، جسم کا اور بال بچوں کا حق بتایا گیا ہے جیسے پورا کرنا ضروری ہے،

اساتذہ و تلامذہ

پہلے زمانہ میں علماء و مدرسین اپنے طلبہ کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے، ان کے ساتھ بے انتہا شفقت و محبت سے پیش آتے تھے کہنا چاہئے کہ اساتذہ اپنے تلامذہ کے لئے فرش بنے رہتے تھے عبداللہ بن سنان خراسانی کا بیان ہے کہ میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں سخت سردی اور جاڑے کے زمانہ میں عبداللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لئے

حاضر ہوئے، ہماری آمد کی خبر سنکر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نکلے تو ان کے جسم پر جاڑے کے کپڑے تھے فرمایا کہ تم لوگ ایسی سردی میں اتنی دور سے آئے ہو؟ اس کے بعد اسی حال میں ہمارے پاس اتنی دیر تک بیٹھے رہے جتنی دیر میں ہم لوگ اپنے یہاں سے چل کر انکے پاس سردی کھاتے ہوئے آئے تھے، انھوں نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ.

لیصیبہ من البرد کما اصابنا[۱] جسطرح ہم کو سردی لگی تھی انکو بھی سردی لگے.

یعنی یہ طلبہ بیچارے علم دین کی تلاش وطلب میں اس قدر شدید سردی برداشت کرکے میرے یہاں آئے، ان کی دلداری میں مجھے بھی سردی برداشت کرنی چاہئے. اسلئے امام عبداللہ بن مبارکؒ نے سردی برداشت کی، اب ایسے شفیق اساتذہ نہیں ملتے ہیں. اس لئے تلامذہ نے بھی اپنے بزرگوں کے احترام کا وہ معیار باقی نہیں رکھا.

والدین کیساتھ حسن سلوک

حضرت محمد بن سیرینؒ مشہور تابعی اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والے عالم ہیں حضرت حسن بصریؒ کے معاصر ہیں، ان کی بہن حفصہ بنت سیرینؒ کا بیان ہے کہ میرے بھائی محمد بن سیرینؒ کی والدہ حجازی عورت تھیں ان میں نفاست زیادہ تھی اور رنگین کپڑے پسند کرتی تھی، اس لئے محمد بن سیرینؒ اپنی والدہ کے لئے نہایت نرم ونازک کپڑے خریدتے تھے، یہ نہیں کہ کتنے دن تک کام دے گا، بلکہ اس کی نرمی ونزاکت کا خیال رکھتے تھے ہر عید پر ان کے کپڑے رنگے جاتے تھے، میں نے محمد بن سیرینؒ کو کبھی ماں کے سامنے بلند آواز سے بولتے ہوئے نہیں دیکھا جب وہ اپنی ماں سے بات کرتے تھے تو اس طرح بات کرتے تھے جیسے ان کی طرف کان لگائے ہوئے ہیں،

ابن عون کا بیان ہے کہ جب محمد بن سیرینؒ اپنی والدہ کے پاس ہوتے تھے تو ان کو دیکھکر

[۱] مقدمۃ الجرح والتعدیل ص۲۶۹

کوئی پہچان نہیں سکتا تھا. اور ان کی نرم کلامی کی وجہ سے سمجھتا تھا کہ وہ بیمار ہیں[۱].

اولاد کے ذمہ والدین کے بہت سے حقوق ہیں، خاص طور سے والدہ کا بڑا حق ہے جس کا ادا کرنا اولاد کے حق میں باعث خیر وبرکت ہے ان کی خدمت میں ان کی خواہشوں کا پورا کرنا اور ان کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھنا بھی شامل ہے. بشرطیکہ وہ جائز ہوں اور غلط نہ ہوں امام ابن سیرینؒ نے جس انداز میں اپنی والدہ کے جذبات کا احترام کیا ہے اس سے خود ان کے اس جذبۂ خدمت کا اندازہ ہوتا ہے جو ان کے دل میں ماں کے لئے پایا جاتا تھا. بہت سے معاشرہ میں بوڑھے والدین کی ناقدری کیجاتی ہے، ان کے بڑھاپے کو ذلیل زندگی سمجھ کر نہایت غلط قسم کا برتاؤ کیا جاتا ہے اور ان کے جلد از جلد مرجانے کی خواہش کی جاتی ہے، اسلامی تعلیم اس کے بالکل برخلاف بوڑھے والدین کی تعظیم وتکریم کی تاکید کرتی ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کے بعد والدین کی اطاعت وتکریم کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ ان کے بڑھاپے میں ان سے نرم وشیریں لہجہ میں بات کرو، سختی اور تندی سے پیش نہ آؤ، بڑھاپے میں قویٰ کمزور ہوجاتے ہیں، عقل وہوش جاتے رہتے ہیں والدین کم عقلی کی باتیں کرنے لگتے ہیں، اور جوانوں کو ان کے حرکات وسکنات اور بولی بات... پسند نہیں آتی ہے. اس دور میں ان کو اولاد کی طرف سے تکلیف پہونچ سکتی ہے، اسلئے بڑھاپے میں خاص طور سے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے اور ان کی کسی بات پر "اُف" تک کی مخالفت کی گئی ہے. بلکہ اس کے برخلاف ان کے ساتھ رحمت ورافت اور نرمی کے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے حق میں دعائے خیر اور دعائے مغفرت کرنیکی فہمائش آئی ہے.

جو لوگ اپنے والدین کو ستاتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوتا ہے اور آخر میں وہ

[۱] طبقات ابن سعد ج۷، ص۱۹۵

بھی اپنی اولاد سے اس کا بدلہ پاتے ہیں، اور انھوں نے اپنے والدین کے ساتھ جیسا برتاؤ کیا، ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتی ہے، اسی طرح اگر اولاد اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے تو اس کی اولاد اس کے ساتھ نیک سلوک کرتی ہے، دونوں حالتوں میں بدلہ ملتا ہے۔

آبِ زمزم کی برکت

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس مقصد کے لئے آبِ زمزم پیا جائیگا وہ حاصل ہوگا، اس حدیث سے اور دوسری احادیث سے جو زمزم کے فضائل میں ہیں، علماء نے خاص طور سے خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے اور زمزم پیتے وقت اپنے علوم کی ترویج واشاعت اور حسنِ قبول کی دعاء کی ہے، مشہور حافظ حدیث امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری کا بیان ہے

شربت ماء زمزم وسألت — میں نے زمزم پی کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کی
اللہ ان یرزقنی حسن التصنیف[1] — کہ مجھے تصنیف وتالیف کا بہترین سلیقہ عطا ہو۔

چنانچہ اس دعاء کی مقبولیت کھلے طور پر ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے امام ابو عبداللہ حاکم کو تصنیف وتالیف میں حسنِ عمل اور حسنِ قبول دیا۔ اسی طرح خطیب بغدادی، امام سیوطی، اور دیگر علماء ومحدثین نے اپنے دینی علوم وتصانیف کے بارے میں زمزم پیتے وقت دعاء کی اور قبولیت سے نوازے گئے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۳۲

بقیہ صلا کا۔ کے مجمع میں قومی جلسوں میں کون کیا نظر آتا ہے۔ تبلائیے کہ بیوی کے ساتھ برتاؤ کس کا نرم ہے گھر کے اندر صبر وتحمل کا ثبوت کون دیتا ہے اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے۔

گھر کے اندر

عبد الماجد دریابادی

ہجرت کے بعد کا زمانہ ہے سرورِ کائنات مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں ایک بار چودہ شعبان کو شب میں بستر مبارک سے آہستہ آہستہ اٹھتے ہیں، روایت بیان کرنیوالی حضرت صدیقہؓ ہیں وہ بھی وہیں آرام فرما تھیں، ردائے مبارک آہستہ سے اٹھاتے ہیں، حجرہ کا دروازہ آہستہ سے کھولتے ہیں اور چپکے سے قبرستان بقیع میں مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے تشریف لیجاتے ہیں، ام المومنینؓ روایت کرتی ہیں، حضور انور کی ہر جنبش کیلئے "رویداً" کا لفظ استعمال کرتی جاتی ہیں، "رویداً" کے معنی آہستہ کے ہیں، یہ آخر ہر عمل میں آہستگی کا اہتمام کیوں؟

جواب دنیا سنے گی؟ شوہروں کو تمام تر خدائے مجازی اور بیویوں کو تمام تر باندی سمجھنے والی دنیا سنے گی؟ آہستگی کا اہتمام اس لئے اور محض اسلئے کہ پاس لیٹی ہوئی عائشہ صدیقہؓ کی راحت میں بلا ضرورت خلل نہ پڑے۔ اللہ اکبر آج بڑے بڑے نرم مزاج شوہروں میں بھی ہیں کوئی صاحب، رفیقۂ حیات کی راحت اور آسائش کا اس درجہ اہتمام رکھنے والے۔

جس نے اپنی ازدواجی زندگی اس معیار کے مطابق گزاری حق پہونچتا تھا اسی کو کہ کھلے لفظوں اعلان کردے اور دنیا میں پکار دے کہ

"تم سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں"۔

"تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو"،

نیکی اور بزرگی کا معیار آپ نے لاعلم نہ لیا، یہ نہیں کہ دفتروں او کچہریوں میں دستور

دو بلائیں جو گھر کا سکون غارت کر دیتی ہیں

ملا واحدی

جس گھر میں ہر وقت چخ چخ پٹ پٹ رہتی ہو اور جہاں آمدنی سے زیادہ خرچ کیا جائے اس گھر کا پنپنا کبھی ممکن نہیں ایسا اگر کوئی ایک گھر ہے تو وہ بھی پنپے گا، اور اگر سب گھر میں تو سب نہیں پنپیں گے یہ دو بلائیں ہیں جو اسلام سے ناواقف ہونے کے سبب ہمارے پیچھے لگ گئی ہیں چخ چخ پٹ پٹ کی ابتدا ہمیشہ نہیں تو اکثر مردوں کی طرف سے کیجاتی ہے اور آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے کا شوق عموماً عورتوں میں بہت ہے مرد عورت کو خاص کر جبکہ انکی بیوی ہوتی ہے پیر کی جوتی سمجھتا ہے اور عورت خصوصاً بیوی مرد کی اس محنت کی پرواہ نہیں کرتی جو اسے روپیہ کمانے میں کرنی پڑتی ہے۔

میرے بھائی سن لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے زمانہ میں سب سے بڑھکر جس بات کا فکر تھا وہ یہ تھی کہ میں جو عورتوں کو جانوروں کے درجہ سے نکالکر انسانوں کے درجہ میں لایا ہوں کہیں مرد پھر انھیں جانوروں میں نہ لائیں۔ اور میری بہنیں بھی یاد رکھیں کہ اللہ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔ بہنو! جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ اس سے خدا بھی خوش ہوگا اور تمہارے خاوند بھی راضی ہوں گے۔ اور بھائیو! اللہ کی اس نازک مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، بیویوں کا تم نے دل رکھ لیا تو یقین جانو کہ جنت تمہارے یہاں اتر آئیگی بہنو اور بھائیو ان روز روز کے جھگڑوں اور فضول خرچیوں کا اثر تمہاری ذات تک محدود نہیں رہتا تمہارے بچے بھی یہ بری عادتیں سیکھتے ہیں پھر وہ اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں اسی طرح جھگڑوں اور فضول خرچیوں کا مرض تمام قوم میں بھی پھیل گیا ہے۔ مسلمانوں کو خراب اور ممنوع باتیں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں۔

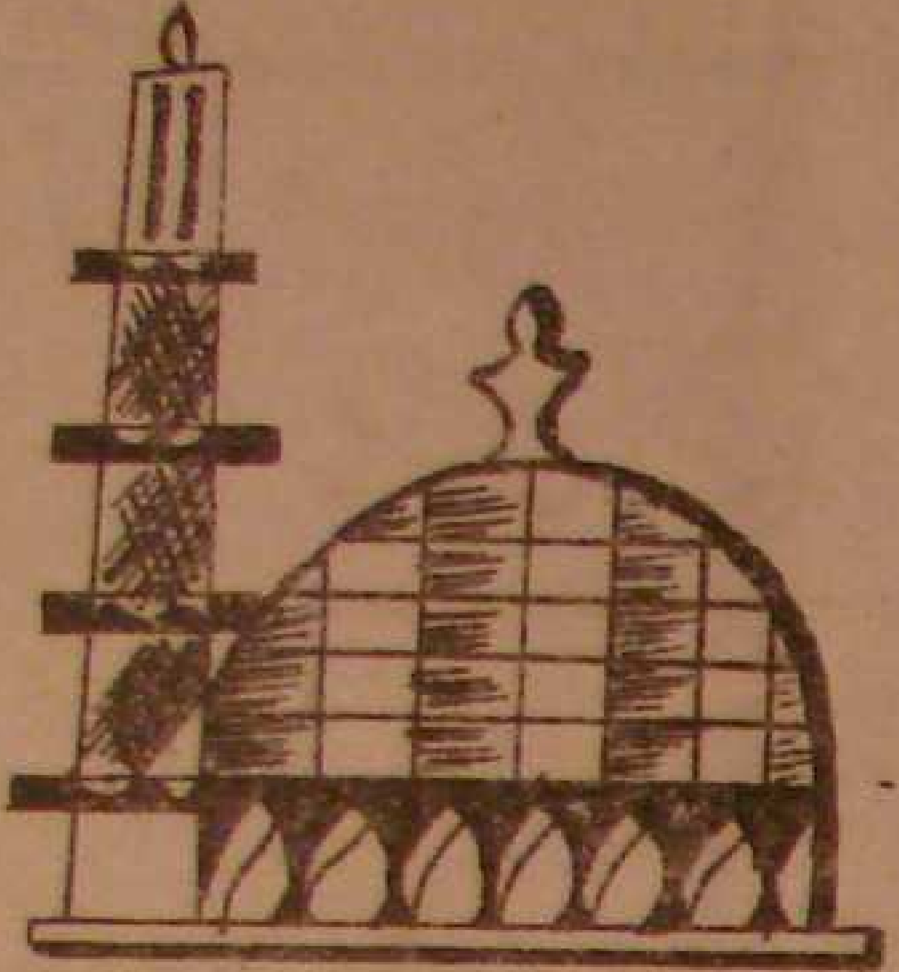

نعت

طفیل احمد مدنی

دوا دے گئے ہیں دعا دے گئے ہیں
بتاؤں میں کیا مصطفےٰ دے گئے ہیں

جسے دین اسلام کہتی ہے دنیا
کلام الٰہی کی صورت میں ہم کو

کئے لاکھ احساں اور ان کے علاوہ
نظیر اس کی لانے سے قاصر ہے دنیا

زمانہ کبھی چھین پایا نہ اس کو
جو تسخیر کر لے زمانہ کو آخر

ہو کتنی ہی پُر پیچ و دشوار منزل

کبھی کچھ تو خیر الوری دے گئے ہیں
ہدایت کا اک سلسلہ دے گئے ہیں
وہی دولت بے بہا دے گئے ہیں
وہ اک نسخۂ کیمیا دے گئے ہیں
شفاعت کا بھی آسرا دے گئے ہیں
جو انداز صبر و رضا دے گئے ہیں
جو غیرت حبیب خدا دے گئے ہیں
وہی جرأت و حوصلہ دے گئے ہیں
بہر حال اک راستہ دے گئے ہیں

طفیل اپنے آقا پر قربان ہو جا
جو تیری طلب سے سوا دے گئے ہیں

بہنوں سے دو دو باتیں

محترمہ زمانی بیگم صاحبہ

میں کہتی ہوں کہ یہ آج کل کی ماؤں کو ہو کیا گیا ہے کہ ادھر بیٹی چھ سات برس کی ہوئی اور اُدھر اسے کسی مدرسے یا اسکول میں داخل کرا کے وہ اطمینان سے بیٹھ گئیں کہ بس اب بیٹی دنیا بھر کے ہنر اسی اسکول میں سیکھ لے گی اور گھر کے کام کاج سے اور عورت ذات کے اور سارے کاموں سے واقف ہو جائے گی۔ میں اسکولوں اور مدرسوں کو بُرا نہیں کہتی۔ بلکہ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ان مدرسوں اور اسکولوں کی بدولت بہت کچھ انسانیت آ چلی ہے مگر میں یہ کہتی ہوں کہ نگوڑے اسکول ہماری لڑکیوں کو کیا سکھا دیں گے۔ وہ تو بس اتنے کے ذمہ دار ہیں کہ لڑکی پڑھنا لکھنا سیکھ جائے اور کچھ تھوڑا بہت سینا پرونا کرنے لگے اور بس وہ اتنا کر بھی دیتے ہیں۔ لیکن اس بدنصیب لڑکی کو عمر بھر ماں باپ کے گھر تو نہیں رہنا ہے کہ چاہے کچھ آتا ہو یا نہ آتا ہو ہر حال میں نبھ جائے گی۔ اُسے دوسروں کے گھر جا کے رہنا پڑتا ہے۔ ادھر وہ پندرہ سولہ برس کی ہوئی اور اُدھر ماں باپ کے دل پر ہول سوار ہوا کہ جیسے بنے اسے گھر سے نکالو۔ اب بھلا پندرہ یا سولہ برس کی بچی سچ پوچھو تو اس قابل ہی کہاں ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ گھر کیا چیز ہوتی ہے اور خاوند کو کس طرح خوش رکھا جاتا ہے، اور ساس نندوں کے دل میں کیسے گھر کیا جاتا ہے۔ مگر اب وہ سمجھتی ہو یا نہ سمجھتی ہو اس کے نصیب میں تو یہی لکھا گیا ہے اور اُسے بھی نبھانا۔ سسرال میں کسے غرض پڑی ہے کہ یہ سوچے کہ ابھی لڑکی کی عمر بہت کم ہے اور جب عمر زیادہ ہو گی تو ہر ایک بات کو سمجھنے لگے گی۔ وہاں تو اول دن سے اس میں عیب نکالنے شروع

کر دیئے جاتے ہیں اور لگیں سب کو یہی فکر لگی رہتی ہے کہ دلہن کھانستی کس طرح سے ہے اور چھینکتی کس طرح ہے۔ اور اس کی اچھی باتوں کو بھی بُرا کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ میں مانتی ہوں اس میں بہت کچھ قصور ساس نندوں کا بھی ہوتا ہے مگر اب ہزاروں برس سے جو رسم چلی آ رہی ہے اُسے کوئی ایک ماں تو بدل نہیں سکتی اور بدلے گی بھی کون؟ وہی مائیں جو اپنی بیٹی والے کے سسرال والوں کی رات دن شکایتیں کیا کرتی ہیں اور انہیں بُرا کہا کرتی ہیں جب خود کسی کی بیٹی بیاہ کے لاتی ہیں تو ان کا برتاؤ بھی اس غریب کے ساتھ یہی ہوتا ہے پھر بھلا ایسی حالت میں کیسے بدل سکتی ہیں جب تک ساس نندوں کا یہی فرض رہے گا دلہن میں روز نت عیب نکال دیا کریں اس وقت تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مائیں ذرا اپنے اوپر تکلیف اٹھائیں اور اپنی بچی کو چھوٹی سی عمر میں خانہ داری کا سارا کام سکھائیں اور اُسے ساس نندوں کے ساتھ اور خاوند کے ساتھ برتاؤ کرنے کے ایسے طریقے سکھا دیں کہ اس میں عیب نکالتے وقت کچھ تو خدا کا خوف آئے۔ ابھی پرسوں یا اترسوں میں آصف کی دلہن کو دیکھنے گئی تھی۔ اللہ رکھے بڑی قبول صورت لڑکی ہے اور لکھنا پڑھنا بھی خوب جانتی ہے مگر اماں جان نے لاڈ پیار سے پالا ہے اور کسی بات کا ڈھنگ سلیقہ اُسے نہیں سکھایا ہے۔ آصف کی ماں نے تو اس غریب کی برائیوں کے دفتر کھول کر رکھ دیئے اور کہنے لگیں کہ بوا میرے بچے کی تو تقدیر پھوٹ گئی۔ کیسے ارمان سے دلہن بیاہ کر لائی تھی مگر اب اپنے کئے پر پچھتاتی ہوں۔ نہ اسے کھانا پکانا آئے نہ اسے سینا پرونا آئے اور نہ اسے کسی سے ڈھنگ کی بات کرنی آئے۔ ہر ایک سے ہر وقت ہنستی رہتی ہے اور کسی کام میں دیدہ نہیں لگتا میں نے ان سے کہا بہن اس غریب بچی کا اس میں کیا قصور ہے۔ یہ نگوڑی ہی کیا جانے کہ ڈھنگ اور سلیقہ کیا ہوتا ہے اور میکہ اور سسرال میں کیا فرق ہوتا ہے۔ یہ قصور تو سارا ان بوڑھی اماں کا ہے جنھوں نے اسے کچھ بھی نہ سکھایا۔ اور اسکول سے چار کتابیں پڑھوا کے یہ سمجھ لیا کہ بیٹی کو سب کچھ آگیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو اور ذرا سی کوشش کرو تو یہ لڑکی اس قابل

ہو جائیگی کہ تم فخر کے ساتھ سب کو دکھایا کرو۔ صورت اس کی سیکڑوں سے اچھی ہے پڑھی لکھی بھی کافی ہے، اور بیوقوف بھی نہیں ہے۔ بس اتنی ضرورت ہے کہ تم ساس کے بدلے چند روز کیلئے ماں بن جاؤ اور اپنی محبت سے اس کا دل اپنے ہاتھ میں لے لو اور پھر آہستہ آہستہ اسے سب کچھ سکھادو۔ کہنے لگیں کہ بوا میں نے بیٹے کا نکاح اس لئے تھوڑی کیا تھا کہ اب اس عمر میں بیٹھ کر اتالیق گیری کروں گی۔ میری جوتی کو کیا غرض پڑی ہے جو تکلیف اٹھاتی پھروں ماں نے جیسا بیٹی کو اٹھایا ہے ویسے ہی اس کی عزت ہوگی اور ویسا ہی وہ بھگتے گی۔ میں نے کہا بہن اس وقت تم غصے میں ہو۔ بھلا تم نے اتنا نہ سوچا کہ اگر تم نے اسے لائق بنا دیا تو اس سے فائدہ کس کو پہونچے گا۔ کچھ اس کی ماں کو تھوڑے ہی پہنچے گا اگر وہ اچھی ہے تو تمہیں تمہارے بیٹے کا ہی دل خوش رہے گا اور اگر وہ ایسی ہی رہیں تو رنج بھی تمہیں اور تمہارے بیٹے ہی کو ہوگا۔ تو میری بہن تم تو جو کچھ اس کے ساتھ محنت کروگی وہ اسکے یا اس کے ماں کے لئے نہیں کروگی بلکہ خود اپنے اور اپنے بیٹے کے لئے کروگی۔ چپ تو ہوگئی تھیں اور اس وقت مان بھی لیا تھا مگر جو کام اپنی بیٹی کے لئے ماں نے نہ کیا وہ بھلا ساس کیوں کرنے لگی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک اہم نئی کتاب

عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو چند مخلصانہ مشورے

”دین خیر خواہی ہے“ کے حکم پر عمل کرنے کی کوشش۔ قیمت -/۵

مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

زمانے کا انقلاب اور اپنی مدہوشی

ایک مقالہ جو عورتوں کے اجتماع میں پڑھا گیا

از امۃ اللہ تسنیم

آج ضرورت کی ہر چیز گراں ہے۔ غلہ گراں، کپڑا گراں، چاندی گراں، لوہا پیتل گراں حتیٰ کہ مٹی بھی گراں ہے... لیکن سستی کیا چیز ہے؟ وہ ہے انسان کی جان جو بے قیمت جارہی ہے، کوئی کھڑے کھڑے ختم ہوگیا کوئی بیٹھے بیٹھے موت کے گھاٹ اتر گیا، کوئی سوتے کا سوتا رہ گیا۔ کوئی ریل، ہوائی جہاز، موٹر کے حادثہ میں جان بحق ہوا کوئی کسی سخت بیماری میں ایڑیاں رگڑ رگڑ اور سسک سسک کر ختم ہوا۔ کسی نے خودکشی کرکے جان دی کسی نے قتل کرکے ختم کردیا، کوئی آسمانی آفتوں کا شکار ہوکر موت کے منہ میں پہونچ گیا۔ غرض کہ موت کی وہ گرم بازاری ہے کہ الٰہی توبہ جدھر دیکھو موت جہاں دیکھو موت بس موت ہی موت، ہمارے بڑے کہا کرتے کہ ہم بیس بیس تیس تیس برس تک موت کی آواز نہ سنتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ پانچ برس کا بچہ بھی موت سے خوب واقف ہوگیا ہے اور پھر بیماری کا یہ حال ہے کہ جو تندرست ہیں وہ بھی صحیح معنوں میں تندرست نہیں، ہزارہا شکایتیں ان کے اندر موجود ہیں اور جو بیمار ہیں وہ تو ہئی ہیں۔ اور بیماریاں ایسی نئی

نہیں چلی ہیں کہ جن کا موت کے سوا کوئی علاج نہیں۔ اور ایسے سخت مرض کہ پتھر کو پگھلا دیں۔ اس کے علاوہ آفتیں اور مصیبتیں ایسی کہ ان سے کسی وقت نجات نہیں مگر اللہ اللہ۔ انسان بھی نہ جانے کس چیز سے بنا ہے، دیکھنے میں تو گوشت پوست ہے لیکن حقیقت میں پتھر اور فولاد سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود انسان کی سخت دلی کی اپنے کلام پاک میں ایک مثال بیان فرماتا ہے یہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے جو ایک مسلمان قوم تھی۔

(ترجمہ) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت اور بیشک بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ پھوٹ بہتی ہیں ان سے نہریں اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت موجودہ زمانے کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس وقت کے انسانوں کی حالت بعینہ وہی ہے جو آپ اس آیت شریفہ میں سن چکے ہیں۔ ایسی سخت دلی پیدا ہو گئی ہے کہ زمانے کی کوئی چیز ان کو نرم نہیں کر سکتی کسی قصہ سے ان کو عبرت نہیں ہوتی، کسی چیز سے نصیحت حاصل نہیں ہوتی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ غفلت و مدہوشی کب تک رہے گی۔ موت کی یہ گرم بازاری، بیماریوں کا یہ زور و شور اور آفتوں و مصیبتوں کے تابڑ توڑ حملے اور آپ کی نیند کا وہی عالم۔ آپ کی غفلت و مدہوشی کا وہی حال، زمانے کا کوئی جھونکا آپ کو ہوشیار نہیں کرتا۔ کسی کروٹ آپ کی آنکھ نہیں کھلتی، خدا کے لئے اتنا تو سوچیے کہ یہ غلہ کی گرانی کہ لوگوں کو اپنا پیٹ پالنا مشکل، پھر برکت کا اٹھ جانا، موت کی گرم بازاری، بیماریوں کا تابڑ توڑ حملہ، بدامنی و بے چینی، یہ سب اپنے ہاتھوں کے کرتوت، اپنے ہی گناہوں کی شامت اور اپنے ہی اعمال بد کا نتیجہ ہے نصیب اچھے جو ہوتے تو مصیبت کس لئے پڑتی۔ یہ حقیقت ہے۔ اگر ہم لوگ

اللہ و رسول کی خوشی کے کام کرتے، اگر ہم لوگ اللہ و رسول کی رضا چاہتے۔ اگر ہم اللہ و رسول کے احکام پر جان و دل سے عمل کرتے اور ہمارا ہر عمل اس کی رضا و خوشی کے مطابق ہوتا تو آج یہ دن ہم کو نہ دیکھنے پڑتے اور آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی ؎

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے　　فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے　　چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے

کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

مگر آپ کی وہی حالت ہے، تعجب ہے کہ پھر کیوں آپ کو ہوش نہیں آتا کیوں نہیں آپ کی آنکھ کھلتی، کیا اس سے بھی بڑے وقت کا آپ کو انتظار ہے کیا یہ مصیبتیں ہوشیار کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ آپ کو معلوم ہے کہ جب کوئی قوم ایسی غافل ہوئی ہے جیسی آج کل آپ لوگوں میں غفلت ہے تو ان پر پے در پے مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوئیں اور اس پر متواتر حملے ہوئے کہ ان کو سر اٹھانا مشکل ہو گیا لیکن جب اس پر بھی آنکھ نہ کھلی، ہوش نہ آیا، خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو پھر ایسا سخت عذاب آیا جس نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا، ان کی بستیوں کو برباد کر دیا۔ وہ محل دو محلے وہ کوٹھی اور حویلیاں جہاں نقار خانے بجتے تھے، جہاں دن عید رات شب برات رہتی تھی وہاں آج الو بول رہا ہے۔ اللہ اللہ، یہ چیزیں عبرت لینے کی ہیں لیکن جب احساس ہو تو اچھی بری بات کا اثر ہو، جب احساس ہی رخصت ہو گیا تو اب برے بھلے اور نیک و بد کی تمیز کہاں۔ اصل یہ ہے کہ آپ لوگوں کی مطمح نظر صرف دنیا اور دنیا کے لوازمات ہیں کھانا پکانا، بچے پالنا، سیر و تفریح کرنا، فیشن بدلنا، بس یہی کام ہیں، بس یہی کام ہیں اسی کے لئے آپ پیدا ہوئے ہیں، اگر آپ دن رات کے کسی حصہ میں یہ فکر کریں کہ ہم کیوں پیدا ہوئے ہیں ہمارے پیدا کرنے کی غرض کیا ہے ہم

کو کس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے والے کا ہم پر کیا حق ہے؟ اور ہمیں مرنا ہے، اسی پیدا کرنے والے کے پاس جانا ہے تو پھر آپ کو اپنی پیدائش کی غرض و غایت اور اپنی زندگی کی اصل حقیقت معلوم ہو جاتی کہ ہم کیا ہیں۔ اور ہم کو کیا ہونا چاہیئے، ہم محض کھانے پینے، کھیل کود، سیر و تفریح کے لئے نہیں پیدا ہوئے، ہماری پیدائش کا مقصد تو کچھ اور ہے، اس کو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ دنیا اور دنیا کی زیبائش و آرائش تو محض آپ کی ضرورت اور آپ کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اس لئے نہیں بنائی گئی کہ آپ اس میں دل لگائیں اور اس میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور اسی میں مستغرق ہو جائیں کہ اپنے انجام کی فکر بھی دلوں سے مفقود ہو جائے۔

افسوس فانی میں اس چار دن کی دنیا میں پڑ کے آپ اتنی بے خبر ہو گئیں کہ آپکو بھی ہوش نہیں کہ ہم کس لئے آئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ابھی ہم کو بہت بڑا سفر کرنا ہے، بڑا دشوار گذار راستہ طے کرنا ہے، منزل پر پہونچنا ہے اور منزل پر پہونچ کر بہت سخت امتحان دینا ہے اس کے لئے ابھی سے تیاری کر لیں، ایسا نہ ہو کہ فیل ہو جائیں، نامراد و ناکام ہو جائیں، پھر یہ دنیا کی ناکامی نہیں کہ ایک سال کی محنت ضائع ہوئی، اور اپنے ہم عمروں میں ذلیل ہونا پڑا۔ یہ تو آخرت کی ناکامی ہے کہ پھر اس کے بعد کوئی امتحان نہیں جس میں کامیابی حاصل ہو اور عزت کا سہرا سر بندھے۔ وہاں تو بھری محفل میں ذلیل و خوار ہونا پڑے گا اور ناکامی صرف اکیلی ناکامی نہیں بلکہ مصیبتوں کا پیش خیمہ بن کے آئے گی۔ آپ جانتی ہیں کہ کیا ہوگا؟ حشر کا میدان ہوگا، اللہ رب العالمین کے سامنے اس کی ساری مخلوق کیا کافر اور کیا مسلمان سب سراسیمہ، بدحواس، پریشان حال کھڑی ہوگی اس وقت ہر ایک یہ سوچ رہا ہوگا کہ دیکھیں آج ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوتا ہے دوزخ کو دیکھ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آ رہا ہوگا۔ اس کی چنگھاڑ سن سن کر دل دہلے جا رہے ہوں گے۔ جنت کی خوبیوں کو دیکھ کر حسرت

سے کلیجہ پھٹ رہا ہوگا۔ لیکن سب بے سود، "اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" اب کسی عمل کی ضرورت اور عمل کا وقت نہیں۔ اب بدلے کا وقت ہے۔ اب کھیتی بونے کا وقت نہیں ہے اب کاٹنے کا وقت ہے۔ جیسا بیج بویا ویسا کاٹو۔ اللہ اکبر وہیں جا کر حقیقت کھلے گی اور افسوس ہوگا کہ ہائے ہم نے اپنی زندگی کیوں غفلت میں گزاری ہم کو کیوں نہ ہوش آیا، ہماری آنکھ کیوں نہ کھلی، ہمیں یہ سخت دن کیوں نہ یاد آیا، کاش ہم کسی کے سمجھانے بجھانے والے عمل کر لیتے تو آج یہ روز بد نہ دیکھتے۔ کیسا کیسا لوگوں نے ہمیں سمجھایا، کس کس طرح سے ڈرایا دھمکایا، کیسے کیسے وعظ کہے، کیسی کیسی نصیحتیں کیں مگر ہم کو ہوش نہ آیا، ہم خواب غفلت ہی میں پڑے رہے۔ پھر جس وقت اللہ جل شانہٗ ہم سے اور آپ سے یہ سوال کریں گے کہ ہم نے تم کو اتنی بڑی عمر دی تم نے کس بات میں گنوائی اور کون کون سے عمل کئے اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس جسم کو کس چیز میں ٹرانا کیا۔ تو بتائیے آپکا کیا جواب ہوگا ہے کوئی جواب۔ افسوس صد افسوس۔ دنیا کی تمام تکلیفیں، مصیبتیں، ذلت و رسوائی جو اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے بدولت پہونچ رہی ہے وہ ـــ منظور، موت کی سختیاں ـــ منظور، قبر کا دردناک عذاب منظور۔ دوزخ کی ہولناک بھڑکنے والی، جلا دینے والی، جھلس دینے والی آگ ـــ منظور، مگر دل کو ذرا دبا کے اللہ کے احکام پر عمل کرنا مشکل، سب کچھ ہو سکتا ہے، پہاڑ کے پتھر ڈھو سکتی ہیں۔ صبح سے شام تک محنت و مشقت کے کام کر سکتی ہیں مگر اللہ و رسول کی خوشی کے کام نہیں کر سکتیں۔ اس میں تو سو سو حیلے، ہزار ہزار بہانے، ایک نماز ہی دیکھئے کہ پانچ وقت کی نماز کونسا مشکل کام ہے جو آپ سے نہیں ہو سکتا، دن بھر آپ دنیا کے کاموں میں مشغول رہتی ہیں، تھکتی ہیں، پریشان ہوتی ہیں اور پانچ وقت وضو کر کے اللہ کے حضور میں حاضر ہو جانا ایسا مشکل ہے، سال بھر اللہ کا دیا ہوا سب کچھ کھاتی ہیں اور ایک مہینے کے روزے ایسے مشکل ہیں کہ جہاں رمضان کا چاند نکلا اور منہ سے ہوائیاں

چھوٹنے لگیں۔ چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ اب کوئی بیمار ہیں تو کوئی کمزور ہیں اور کوئی دیدہ ودانستہ روئے پکار رہی ہیں ؎

اے بندہ کر تو بندگی دولت بڑی ہے زندگی ۔ عصیاں سے کر شرمندگی عاصی کا گھر فی النار ہے
کھا کر پلاؤ قورمے گمراہ ہوا تو زر میں ۔ جانا نہیں کیا گور میں مرنے سے یا انکار ہے

بڑی حیرت ہے کہ موت ایسی عام ہوگئی ہے کہ کھڑے بیٹھے آدمی ختم ہو رہا ہے، آنکھوں دیکھتے آدمی اٹھتے چلے جا رہے ہیں اور پھر اپنی موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور سفر اتنا بڑا اور پیش کہ جس سے چھٹکارا ملنے کی کوئی امید نہیں بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ پھر آپ کو ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ تعجب ہے کہ آپ کا دل کیوں نہیں تھرا جاتا۔ آپکی آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں نکل پڑتے آپکا دل اپنے گناہوں پر کیوں نہیں ملامت کرتا۔ آپ اپنی اس حالت پر کیوں مگن ہیں۔ کیا آپ کو اس کا یقین ہے کہ مرنے کے بعد آپ کو اپنے اعمال کی جزا و سزا ملے گی یا آپ سے اللہ میاں نے وعدہ کیا ہے کہ تم گناہ کئے جاؤ ہم بخشے جائیں گے۔ بتائیے کیا بات ہے؟ یا آپ اس بھروسہ پر بیٹھی ہیں کہ جب بڑھاپے کی عمر کو پہونچیں گے تو نیکی کر لیں گے ؎

ایں خیال است ومحال است وجنوں ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

غور کرنے کا مقام ہے کہ دس روپے کی تنخواہ پانے والا ملازم بھی اپنے آقا کی خدمت سے غافل نہیں ہوتا۔ اس کے حکم کے خلاف نہیں کرتا لیکن ہزار حیف کہ خدا کے مسلمان بندے خدا کی اطاعت سے غافل ہیں۔ حیرت ہے کہ دس روپے کا ملازم اپنے آقا کے خلاف نہ کرے اس کے ہر حکم کو بلا چون و چرا مان لے اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دے، اس کی ہر خدمت گوارہ ہو یا ناگوار اس کو انجام دیدے اس کی گھڑکیاں سنے، اس کی ڈانٹ برداشت کرے۔ دسمبر جنوری کی بے پناہ سردی مئی جون کی چلچلاتی دھوپ، ساون بھادوں کی بارش، نوکری کی خاطر اور دس روپے کی خاطر گوارہ ہے۔ لیکن اللہ کے حضور میں پانچ وقت کی حاضری گوارہ نہیں۔ دنیا کیلئے پہاڑ کے پتھر ڈھو سکتے ہیں، سمندر پاٹ سکتے ہیں۔ کوہ سے دریا بہا سکتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھ سکتے۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا آپ کسی کے ماتحت نہیں ہیں اور ہیں تو کیا آپ کے ذمہ اس کا کوئی حق نہیں اور اگر حق سمجھتی ہیں تو کیا آپ کی نگاہ میں اس کی اہمیت نہیں یا اس کے روبرو جانے کا آپ کو یقین نہیں۔ چاہئے تو یہ کہ مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی یاد میں بسر ہو، ہر سکنڈ اس کے ڈر میں گزرے، ہر وقت اس کی رضا کی حاصل کرنے کی فکر ہو۔ مگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ستم یہ ہے کہ دنیاوی آقا کو راضی رکھنے کی فکر کی جائے جس کی خدمت سے صرف پیٹ بھر کا سہارا ہے اور جو زندگی بھر کا کفیل اور کارساز ہے اس کو راضی اور خوش رکھنے کی ذرہ برابر فکر نہ ہو غضب ہے کہ آپ معمولی آقا سے ڈریں اور اپنے حقیقی مالک کو بھول جائیں جو آپ پر ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہے، کتنے افسوس کی بات ہے اور دین کا کتنا بڑا نقصان ہے اگر آپ غور و فکر سے کام لیں تو آپ کو معلوم ہوگا اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی بعد میں ناممکن اور بالکل ناممکن ہے۔

میری محترم بہنو! یہ آپ سب کو خوب معلوم ہے کہ دنیا سرائے فانی ہے آزمائش کی جگہ ہے۔ عبرت کی تصویر ہے ابھی ہم کو یہاں سے کوچ کرنا ہے، منزل پر پہونچکر جو کچھ یہاں کام کئے ہیں اس کا جواب دینا ہے اس بڑے سفر کی تیاری کرنی ہے ورنہ منزل پر پہنچکر مشکل کا سامنا ہوگا۔ لیکن پھر بھی کوئی فکر نہیں حسرت تو یہ ہے کہ معمولی سے معمولی سفر میں بڑے بڑے سامان لئے جاتے ہیں۔ زائد سے زائد ناشتہ لیا جاتا ہے کہ راستہ میں کوئی تکلیف نہ ہو، منزل پر پہونچکر پورا آرام ملے۔ مگر افسوس ہے کہ اس

بڑے سفر کے لیے کوئی تیاری نہیں، کوئی سامان نہیں۔ کچھ زادِ راہ نہیں ہے۔ کہتی ہوں آخر یہ رفتار کب تک رہے گی۔ کب آپ اثر لیجیے گا اور کب اپنی اصلاح کی کوشش کیجیے گا، کب اپنے کو بنائیے گا، دیر ہو رہی بہت بڑا وقت لگا ہے۔ صبح اگر بہتر ہے تو شام کی خیر نہیں اور شام بہتر ہے تو صبح کی خیر نہیں اب بالکل انتظار کی ضرورت نہیں جو نیک کام کرنا ہوں بس کر ہی ڈالیے، کل کے لیے نہ چھوڑیئے، اللہ جانے کل موقع ملے یا نہ ملے، عقل کی یہی بات ہے کہ کل کی فکر آج کر لیجیے، ایسا نہ ہو کہ وقت آنے پر آپ کچھ نہ کر سکیں اور مجبور ہو کے رہ جائیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک عمل میں سات چیزوں سے پہلے جلدی کرو کیا تم ایسے فقر کا انتظار کرتے ہو جو بھلا دینے والا ہو۔ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کھو دینے والا ہو، یا ایسے مرض کا جو بگاڑ دینے والا ہو۔ یا ایسی دولت کا جو سرکش بنا دینے والی ہو۔ یا ایسی موت کا جو اچانک آجانے والی ہو۔ یا دجال کا۔ پس وہ بڑا غائب ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یا قیامت کا، تو قیامت بہت سخت اور تلخ ہے۔

تو کہنا یہ ہے کہ خدا کے لئے اس زندگی کو اور اس صحت کو غنیمت سمجھیے جو کچھ نیک کام کرنا ہوں کر ڈالیے، بُری باتوں کو چھوڑ دیجیے اور اچھی باتیں اختیار کیجیے۔ اللہ و رسول کی خوشی کے کام کیجیے اور اللہ سے ڈریئے اور اس کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کیجیے اور اللہ سے ڈرنے پیدا کیجیے اور نماز پابندی سے پڑھیے تاکہ دنیا بھی آرام سے کٹ جائے اور آخرت کی مصیبتوں سے بھی نجات ہو اس کو آپ لوگ خوب سمجھ لیجیے کہ ہمارا کچھ ٹھیک نہیں۔ موت کا وقت معلوم نہیں۔ نہ جانے کس وقت آجائے۔ اور یہ آنکھ بند ہو جائے تو پھر ہم اس وقت کیا کریں گے؟ بتائیے کچھ کر سکتی ہیں یا موت کو ٹال سکتی ہیں۔ یا کوئی نیک کام کر سکتی ہیں، ہرگز نہیں۔ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا

"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"۔

دیکھیے اس زندگی اور اس صحت پر بھروسہ نہ کیجیے، اس کو دھوکہ کی ٹٹی سمجھیے۔ اس بڑی گھر کی فکر کیجیے جہاں آپ کو ہمیشہ رہنا ہے اور جلدی یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ تو رخصتی کا سامان پہلے سے کر لیجیے، تاکہ منزل پر پہونچ کر آرام، راحت نصیب ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہاں سے تھک تھکا کر مر پٹ کر جائیے اور وہاں بھی چین نصیب نہ ہو، آہ یئے کام بہت ہے اور وقت کم ہے۔ منزل کڑی اور بوجھ بھاری ہے۔ بتائیے سفر کیسے طے ہوگا؟ اور منزل پر پہونچ کر کیا کیجیے گا۔ دیکھیے کھیتی بونے کے وقت جب کسان لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں آج کل آج کل کرتے ہیں کہ آج بو لیں گے کل بو لیں گے اور اسی میں وقت نکل جاتا ہے تو فصل کٹنے کے وقت ان کسانوں کو ایسی حسرت ہوتی ہے کہ ان سے روتے نہیں بنتا اور جیسے جیسے وہ دوسرے کسانوں کا ذخیرہ دیکھتے ہیں۔ ان کی حسرت بڑھتی جاتی ہے اسی طرح حشر کے میدان میں جب نیکوں کو ان کی نیکی کا بدلہ ملے گا اور وہ ایک ایک نیکی کا دس دس گنا ثواب پائیں گے اس وقت غافلوں کو ایسی حسرت ہوگی کہ ان سے روتے نہ بنے گا۔ ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے اور وہ کفِ افسوس مل کر رہ جائیں گے اور پھر کسان تو اپنے اس سال کی تلافی دوسرے سال کر لے گا وہ دوسرے سال غفلت نہیں کر سکتا بلکہ سب سے پہلے وہ اپنی کھیتی کی خبر لے گا اور خوب تندہی جانفشانی سے کھیتی کر کے اپنے نقصان کی تلافی کر لے گا۔ لیکن یہ تو ہم کو بتائیے کہ حشر کے دن آپ اپنے نقصان کی تلافی کیسے کیجیے گا۔ کیا آپ پھر دنیا میں آکر اپنے نقصان کی تلافی کر سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں جو ہو چکا وہ ہو چکا، جو بندھ گیا سو موتی، جو رہ گیا وہ پتھر۔ بس اب عمر بھر کے اعمال کا بدلہ مل گیا نیک اعمال ہیں تو اچھا بدلہ ہے اور برے اعمال ہیں تو برا بدلہ ہے اور ایسا برا بدلہ کہ جس کے سہار کی کسی میں طاقت نہیں

مگر خدا کا شکر ہے کہ ابھی وقت گیا نہیں، اگر آپ کے دل میں ڈر ہے اگر آپ اپنے اللہ کو راضی کرنا چاہتی ہیں، اگر آپ دوزخ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہیں اور حشر کے دن کی رسوائی، ندامت سے بچنا چاہتی ہیں تو ابھی آپ کے پاس وقت ہے، خدا کا شکر کیجئے کہ اس نے آپ کو تمام برائیوں سے بچنے کے لئے زندہ رکھا ہے۔ اگر خدانخواستہ اسی غفلت میں زندگی ختم ہو جاتی تو پھر آپ کے بنائے کچھ نہ بنتی۔ اب اس موقعہ کو غنیمت سمجھئے اور جلد سے جلد تمام برائیوں کی تلافی کر لیجئے اور وقت آنے سے پہلے پہلے اپنے اللہ کو راضی کر لیجئے تاکہ اللہ کے حضور میں آپ کو سرخروئی نصیب ہو، اور اس کے انعام کے مستحق ہو جائیں۔

اب میں آپ لوگوں سے بصد عاجزی التجا کرتی ہوں کہ خدا کیلئے خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے اور ہوش کو کام میں لائیے اب غفلت کا وقت نہیں رہا۔ اس لئے کہ عمر بہت کٹ گئی اور تھوڑی باقی ہے۔ اس تھوڑی مدت میں جو کچھ کرنا ہو جلدی کر ڈالئے موت کا کچھ ٹھیک نہیں پہلے تو اکثر بڑھاپے کی عمر کو پہونچ کر ختم ہوتے تھے لیکن اب نہ بوڑھوں پر موقوف ہے نہ نوجوانوں پر نہ بچوں پر، تو اب کسی کو غافل نہ ہونا چاہئے اور فوراً نیک اعمال کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ اب اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام بُرے کاموں سے توبہ کیجئے اور عہد کیجئے کہ آج سے جان بوجھ کر کوئی نماز قضا نہ کروں گی، تندرستی کی حالت میں کوئی روزہ نہ چھوڑوں گی نہیں، مال کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ ضرور دوں گی، جھوٹ نہ بولوں گی غیبت نہ کروں گی، چغلی نہ کھاؤں گی، کسی مسلمان بھائی بہن کا برا نہ چاہوں گی، مار پیٹ گالی گلوج نہ کروں گی، جھوٹی قسم نہ کھاؤں گی، اور اللہ رسول کے تمام احکام پر جان و دل سے عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور بُرے کاموں سے بچائے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

نظم

امۃ اللہ تسنیم

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہا ہے — مگر ہاں نہ ایسا کہ عالم نیا ہے
اداسی سی چھائی ہے سارے چمن میں — چمن کو کہوں کیا کہ کیا ہو گیا ہے
نہ بلبل کے نغمے نہ قمری کی کو کو — نہ ان کی نوا سنجیوں میں مزا ہے
نہ پھولوں پہ رنگت نہ سبزہ چمن میں — زمانے کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے
ہوائے چمن جانے کیسی چلی ہے — کہ ہر پھول پھل آج مرجھا رہا ہے
نہ چمن پر یہ موقوف ہے اور نہ گھر پر — جہاں دیکھو سناٹا چھایا ہوا ہے
نہ وہ اگلی باتیں نہ اگلے فسانے — دلوں پر غبار الم چھا رہا ہے
نئی آفتیں اور نئی کلفتیں ہیں — نیا اب زمانے کا رنگ ہو رہا ہے
اٹھے کانپ دل جن مصائب کو سن کر — انھیں مشکلوں کا ہمیں سامنا ہے
دل ناتواں اور طوفان غم ہے — اب اس کشتی دل کا حافظ خدا ہے
سکوں ہو گیا اب زمانے سے رخصت — سکوں کی جگہ روز محشر بپا ہے
یہ سب اپنے ہاتھوں کے کرتوت ہیں بس — ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے
اٹھو کام لو عقل و ہوش خرد سے — سمجھ لو یہی وقت بس کام کا ہے

یہ عبرت کدہ مومنوں کے لئے ہے
یہاں دل لگانا برا ہے برا ہے

لپ اسٹک کے خراب اثرات

نثار فاطمہ

آج کل عورتوں میں لپ اسٹک کا اتنا زیادہ رواج ہے کہ شاید ہی کوئی شہری گھر اس سے چھوٹا ہو۔ مصیبت یہ ہے کہ بہت سی عورتیں وقت بے وقت اس کو لگاتی ہیں۔ اور بعض تو اتنی زیادہ لگالیتی ہیں کہ خوبصورتی کے بجائے بدصورتی معلوم ہونے لگتی ہے۔ یورپ کی عورت تو اس کی اتنی شیدا اور دلدادہ ہے کہ لپ اسٹک اس کی جزو زندگی بن چکی ہے۔ نیشنل ایسوسی ایشن جو برطانیہ میں اسی لئے قائم کی گئی ہے کہ وہ معلوم کرے کہ لپ اسٹک دنیا میں کتنی زیادہ رواج پا چکی ہے، اس نے چند معلومات اکٹھا کی ہیں جو فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ ان کو جان کر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ فیشن پرستی اور اظہار حسن کی یہ چیزیں صحت کے لئے کتنی مضر ہیں اور آج یہ بناوٹی اور مضر چیزیں سوسائٹی میں کتنی پیوست ہو گئی ہیں، یہ وہ تحفے ہیں جو مغرب نے ہم کو دیے اور ہم نے اس زہر کو تریاق سمجھ کر قبول کر لیا۔

ایسوسی ایشن کی صدر مسز باربرا کارٹ لینڈ کا خیال ہے۔

(۱) لپ اسٹک کھانے سے کینسر کی بیماری کا اندیشہ ہے، آپ کو غالباً یہ خیال ہوگا کہ لپ اسٹک لگائی جاتی ہے، کھائی نہیں جاتی، تو پھر ان محترمہ نے کھانے کے متعلق کیوں یہ بات کہی۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایسوسی ایشن کی ایک رکن کی تحقیق ہے کہ بیشتر خواتین کھانا کھانے سے قبل اپنے ہونٹوں کو لپ اسٹک لگاتی ہیں جو.....
... کھانے کے ساتھ معدے میں پہونچ جاتی ہے۔

(۲) محتاط اندازے کے مطابق ایک عورت تمام زندگی میں ایک ٹن لپ اسٹک استعمال کرتی ہے، اسکی بیشتر مقدار کھانے کے ساتھ معدے میں داخل ہوتی ہے۔

(۳) دنیا میں ایسی خواتین کی کمی نہیں جو لپ اسٹک سے "الرجک" ہیں۔ (اس تکلیف میں جسم پر چھوٹے چھوٹے دانے نکل آتے ہیں)

(۴) لپ اسٹک کے استعمال کے نقصانات صرف خواتین تک محدود نہیں۔ مائیں اپنے بچوں کو لپ اسٹک سے "پُتے" ہوئے ہونٹوں سے چوم لیتی ہیں اور نتیجہ میں یہ "زہر" انھیں بھی دے دیتی ہیں۔

برا ہو ایسے فیشن کا جو ذرا سے بناوٹی و بے ہنگم حسن کی خاطر خاندان بھر کو مرض دے اور صحت برباد کر دے۔

افسوس ہے کہ آج مسلمان بلکہ دیندار گھروں تک میں ایسی مضر صحت چیزیں رواج پا رہی ہیں اور مغرب کی نقالی نے ہوش و حواس تک گم کر دیے ہیں۔ نہ اپنے لباس کا ہوش ہے نہ تن من کا، قلب و نگاہ دونوں یورپ کی نقالی پر لگے ہوئے ہیں۔ اس کی فکر نہیں کہ وہ مضر ہیں یا مفید؟

خدارا ہوش کیجیے، قدرتی حسن پر بناوٹی حسن کو ترجیح مت دیجئے یہ مضر بھی ہے اور عارضی بھی۔

مرنے کے بعد کی تیاری کیلئے

جنت کی کنجی :- مولانا احمد سعیدؒ کی لکھی ہوئی یہ کتاب ہر مسلمان کے پڑھنے کے لائق، جنت میں جانے کا طریقہ۔ قیمت ۵-۵/6

دوزخ کا کھٹکا :- ان اعمال کا بیان جو دوزخ میں لے جاتے ہیں ان سے بچنے کے لئے یہ کتاب ضرور پڑھئے۔ قیمت ۲/-

مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ (یوپی)